کلام اقبال میں عقل و عشق کا تصور

Concept of intellect and love in Kalam e Iqbal

Muhammad Dawood Jamal
MPhil Scholar, Department of Islamic Studies
Khawaja Fareed University Rahim Yar Khan
Email: dawoodjamal1173@gmail.com
Dr Mazhar Hussain
Lecturer Islamic Studies, Department of Islamic Studies
Khawaja Fareed University Rahim Yar Khan
Email: mazharhussainbhadroo@gmail.com
Muhammad Tahir
PhD Scholar, Department of Islamic Studies
Ghazi University, Dera Ghazi Khan
Email: Tahirchandr355@gmail.com

Abstract
Allama Muhammad Iqbal was a proficient poet, veteran thinker and skilled philosopher. Beside these, he was a pro Islamist. He studied Greek philosophy and the modern philosophy. He studied the holy Quran very deeply. He studied Islamic philosophers as well such as Rumi, Razi, and Ghazali. He announced Rumi as his spiritual mentor and his ideal philosopher. He studied and wrote about Friedrich Nietzsche, Wolfgang von Goethe, Arthur Schopenhauer and Henri Bergson. He discussed the most important issues of philosophy such as the genesis of time and space, free will, ego and religion. But his favorite topic of philosophy was the clash of intellect and love. He considered intellect as a student of love. According to him, intellect can never do what love can. He sees love as an eternal entity. He considered intuition as a superior source of knowledge than intellect. In this theory he concurred with Henri Bergson. He says that the present time needs a mentor like Rumi who can create love and faith in the heart of people. He has a deep faith in Islam. According to him, God hadn't created a being superior than humans. And humans have that worth only because of love and affection. He sees humans worthless as ashes without love. He considers the love as more powerful weapon than intellect. In the following lines the author discussed Iqbal's concept of love and intellect.
Keywords: Kalam e Iqbal, Love, Intellect

علامہ اقبال ایک اسلامی شاعر اور عظیم فلسفی تھے۔ فلسفہ کے خشک اور بے رنگ مسائل کو بیان کرنے کے لیے انہوں نے شاعری کا رنگین اسلوب اختیار کیا۔ ان کے کلام میں قدیم شعراء اور فلاسفہ کا ذکر ملتا ہے۔ کبھی وہ حافظ شیرازی پر زبردست تنقید کرتے ہیں۔ کبھی وہ سعدی، نظیری اور غنی کشمیری کے مصرعوں پر لاجواب تضمین کرتے ہیں۔ کبھی وہ رومی اور سنائی کے کلام کی مدح کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ رازی، غزالی، بو علی سینا اور افلاطون کا بھی ذکر

کرتے ہیں۔ علامہ کا کمال یہ ہے کہ وہ جدید مغربی فلاسفہ کو بھی اپنے کلام میں جگہ دیتے ہیں۔ گوئٹے، ہیگل، برگسان، نطشے اور شوپن ہاور جیسے فلاسفہ کا ذکر بھی ان کے کلام میں متعدد جگہ پر ملتا ہے۔ مشربِ اقبال کی اس وسعت نے علامہ اقبال کے کلام کو بحرِ بے کراں بنا دیا ہے۔ علامہ کے کلام پر مختلف جہات سے کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ہم نے علامہ اقبال کے فلسفہ عقل و عشق کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔ اس موضوع کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ راقم الحروف کے نزدیک اسلام اور لا مذہبیت کی جنگ میں اسلام کی دلائل و براہین سے مدد میں کلام اقبال انتہائی اہم ہے۔ عقلیت پرستی کو فلسفیانہ انداز میں رد کر کے علامہ اقبال نے امام غزالیؒ کی تاریخ دہرائی ہے۔ اس جائزے کے لیے ثانوی مآخذ کے بجائے براہ راست علامہ اقبال کے کلام سے استدلال کیا گیا ہے۔ اردو اور فارسی اشعار سے یکساں استفادہ کیا گیا ہے۔

1. علامہ اقبال عقل کی غلامی اور عقل کو بے لگام چھوڑنے سے ممانعت کرتے ہیں، کیونکہ عقل کی پہنچ محدود اور عشق کی پہنچ لامحدود ہے۔ وہ صرف عقل پر تکیہ اور اعتماد کر کے بیٹھ جانے کے سخت خلاف ہیں۔ علامہ عقل کو راستے کی شمع اور مشعل سمجھتے ہیں۔ اسے منزل سمجھ بیٹھنے کو گمراہی قرار دیتے ہیں[1]۔ وہ دل کو عقل کی غلامی میں دینے کو حماقت سمجھتے ہیں[2]۔

ب "ز رسد فسوں گریٔ خرد بہ تپیدن دل زندہ — ز کنشت فلفسیاں در آ بحریم سوز و گداز من[3]"

2. عقل کی محدود پہنچ کو علامہ یوں بیان کرتے ہیں کہ عقل کا ایک جہان ہے جہاں یہ کارآمد ہے۔ وہ جہان یہ مادی دنیا ہے۔ مادی دنیا سے آگے روحانی دنیا کے بارے میں عقل کچھ نہیں جانتی[4]۔

ب "آں چہ او جوید مقام کبریاست — ایں مقام از عقل و حکمت ماوراست[5]"

3. علامہ فرماتے ہیں کہ بہت سے مسائل عقل کی دسترس سے باہر ہوتے ہیں اور زبان سے ان کا بیان ممکن نہیں ہوتا۔ ان تک صرف عشق کی رسائی ہوتی ہے[6]۔ اللہ تعالی کی ذات و صفات اور امور آخرت کی تفصیلات تک عقل کو کوئی رسائی نہیں[7]۔ ان چیزوں کا علم وحی کے ذریعے ہوتا ہے۔ اور وحی الٰہی سے ہدایت حاصل کرنے کے لیے عشق ناگزیر ہے۔

ب "من اے دانشوراں در پیچ و تابم خرد را فہم ایں معنی محال است[8]"

4. عقل کی کم مائیگی اور بے چارگی کو علامہ کبھی اس رنگ میں بیان کرتے ہیں کہ عقل یقین تک نہیں پہنچا سکتی۔ عقل پر بھروسہ کرنے والے ہمیشہ شک اور تردد میں سرگرداں رہتے ہیں[9]۔ عقل انسان کو خوف میں مبتلا رکھتی ہے اور قوت عمل سے محروم کر دیتی ہے[10]۔ خرد یقین کے ذوق تک سے محروم اور بیگانہ ہے[11]۔

ے "از من اے باد صبا گوئی بہ دانائے فرنگ عقل چوں بال گشو داست گرفتار تراست[12]"

5. عقل کو عشق کا تابع رہنا چاہیے۔ وہ اکیلی تمام مسائل کو حل نہیں کر سکتی۔ اس لیے علامہ اقبال نری عقل پرستی کو نقصان اور خسارے کی چیز سمجھتے ہیں، اور اس عقل پرستی کی کوکھ سے جنم لینے والی فکری آزادی کو شیطانی چیز سمجھتے ہیں[13]۔ نری عقل ناکامی اور نامرادی تک ہی پہنچاتی ہے۔

ے "حذر از خرد کہ بند دہمہ نقش نامرادی دل ما بر دبسازے کہ گسستہ تار بادا[14]"

6. معرکہ حیات میں جس جگہ عقل ناکام ہو جاتی ہے اور مسائل کے حل سے عاجز آ جاتی ہے، وہاں عشق کام آتا ہے[15]۔ علامہ یہ فرماتے ہیں کہ عقل دنیا کے مسائل حل کرنے سے بالکل عاجز ہے[16]۔ دوسری طرف علامہ اقبال عشق کی ایسی قوت کے قائل ہیں کہ جو قوانین فطرت کو بدل سکتی ہے، اور تقدیر کو ہرا سکتی ہے۔

ے" خرد از راندن محمل فرو ماند زمام خویش دادم در کف دل[17]

ے ایسا جنوں بھی دیکھا ہے میں نے جس نے سیے ہیں تقدیر کے چاک[18]"

7. علامہ اقبال کے کلام میں عشق کی لامحدود طاقت کا ذکر جس اہتمام سے ملتا ہے وہ علامہ کا ہی خاصہ ہے۔ وہ کبھی عشق کے پہاڑوں کو کندھوں پر اٹھا لینے کا ذکر کرتے ہیں[19] اور کبھی عشق کی پہنچ زمان و مکان سے ماورا بتاتے ہیں[20]۔ عشق سے قوت عمل ملتی ہے، اور عشق پر ہی اعمال کی بنیاد رکھنی چاہیے[21]۔ علامہ کے نزدیک عشق پوری کائنات کا بادشاہ ہے۔ عشق کائنات کی سب سے بڑی قوت ہے۔ پوری کائنات عشق کے آگے جھکتی ہے[22]۔ عشق کے فیض سے خاک ستاروں کے ہم مرتبہ ہو جاتی ہے۔ علامہ کے مطابق عشق عقل کی جان اور جوہر ہے۔ عشق کائنات کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ دونوں عالم عشق کی قلمرو میں داخل ہیں۔ عشق خود زمان سے مبرا ہے مگر آج اور کل کی تقویم اس کے دم

سے ہے۔ عشق مکان سے بلند تر ہے مگر مکان اور جہات اسی کے دم سے ہیں[23]۔ عشق کی طاقت کے سامنے پہاڑ تنکوں کی مانند ہے۔

؎ دل ز عشق او توانا می شود خاک ہمدوش ثریا می شود[24]

8. عقل و عشق کے باہمی تقابل میں علامہ اقبال نے ایک منفرد جہت عقل کے فانی اور عشق کے لافانی ہونے کی بیان کی ہے۔ علامہ کے مطابق عشق زمان و مکان سے بلند تر ہے۔ عشق دائمی اور لافانی ہے[25]۔ عشق زندگی کی تقویم ہے۔ عشق اصل حیات ہے[26] اور کائنات کی روح ہے[27]۔ عشق سورج کی مانند ہے۔ موت شام کا اندھیرا ہے۔ موت عشق کا سامنے کرنے سے ڈرتی ہے[28]۔ عشق کائنات کا اٹل قانون ہے[29]۔

؎ شیشہ دہر میں مانندِ مے ناب ہے عشق روحِ خورشید ہے عشق، خونِ رگِ مہتاب ہے عشق[30]

؎ اے حرمِ قرطبہ! عشق سے تیرا وجود عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفت و بود[31]

9. علامہ اقبال عشق کی برتری کو فقط قوت و پائیداری میں ہی منحصر نہیں مانتے، بلکہ وہ فہم و ادراک میں بھی عشق کو عقل سے اعلیٰ و برتر مانتے ہیں[32]،[33]۔ علامہ عشق اور وجدان کو بطور ذریعہ علم بھی عقل پر ترجیح دیتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ عشق قاصد کا پیغام سمجھ کر اس کے فرمان کو پورا کرنے کے لیے تیز تیز قدموں سے منزل کی طرف رواں دواں ہے، جبکہ عقل بیچاری ابھی تک قاصد کی بات ہی نہیں سمجھ پائی[34]۔ علامہ فرماتے ہیں کہ عشق کے فیضان سے میں نے آسمان کے پٹھوں کی حرکت دیکھی اور چاند کی رگوں میں دوڑتا ہو خون دیکھا۔ جبکہ عقل صرف آسمان اور چاند کا ظاہر دیکھتی ہے[35]۔

؎ وہ حرفِ راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں خدا مجھے نفسِ جبرئیل دے تو کہوں[36]

10. عشق کی ایک خوبی اور فضیلت یہ ہے کہ عشق عقل کو مکمل کرتا ہے۔ عقل کا مرشد و راہنما ہے۔ عشق عقل کا معالج اور طبیب ہے۔ عقل کا پاگل پن صرف عشق کے نشتر سے دور ہو سکتا ہے۔ ورنہ وہ پاگل کتے کی طرح لوگوں کو نقصان پہنچاتی ہے[37]۔ جو عقل عشق کے تابع فرمان نہ ہو وہ دھوکہ اور باطل ہے۔ عشق کے بغیر عقل اندھی اور ادھوری ہے۔ عقل وحی کی تعلیمات کے بغیر افسانہ اور وہم ہے۔

؎ نقشے کہ بستہ ای ہمہ اوہام باطل است عقلے بہم رسان کہ ادب خوردہ دل است[38]

اور وحی کا فیض عشق ہی کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ علامہ اقبال کے ہاں عشق کے بغیر عقل و علم ایسے ہی بے کار ہیں جیسے کہ تلوار کے بغیر نیام[39] اور اپنے نشانے سے چوکا ہوا تیر[40]۔

علامہ کے نزدیک صرف وہ عقل قابل اعتبار ہے جو عشق کے تابع ہو۔ ہمیں ظاہر میں ایسا لگتا ہے کہ عقل کے جلووں نے پورے عالم کو روشن کر رکھا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ روشنی اور نور عقل نے عشق ہی سے مانگا ہے[41]۔ عشق کے بغیر عقل بے لباس اور برہنہ ہے۔ عقل کو اپنے عیوب اور کمیاں چھپانے کے لیے عشق کا دیا ہوا لباس پہننے کی ضرورت ہے۔ عقل کی عزت و آبرو عشق کی کرم فرمائی کا نتیجہ ہے[42]۔ عشق اور وحی کی اتباع کے بغیر عقل محض کے کارناموں کی حیثیت سامری کے جادوئی بچھڑے کی سی ہے جس کے ذریعے کم علم لوگوں کو دھوکہ تو دیا جاسکتا ہے مگر انسانیت کے حقیقی مسائل کو حل نہیں کیا جاسکتا[43]،[44]۔ عقل جب دل اور عشق کے تابع ہوتی ہے تو وہ یزدانی ہوتی ہے۔ اس سے انسانیت کو نفع پہنچتا ہے۔ مگر جب عقل و علم عشق سے آزاد ہو جائیں تو وہ شیطانی ہو جاتے ہیں۔ پھر عقل کائنات کی تباہی کا باعث بنتی ہے اور وہ ہوس کے پنجہ خونیں کے لیے ایک ہتھیار کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے[45]،[46]۔ عشق پتھر میں آئینے کی خصوصیات پیدا کر سکتا ہے[47]۔

- ز فیض عشق و مستی بردہ ام اندیشہ را آں جا — کہ از دنبالہ چشم مہر عالتاب می گیرم[48]
- عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق — عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدہ تصورات[49]

11. عقل کے عیوب و نقائص کے بیان میں بھی علامہ اقبال نے خوب واضح کلام کیا ہے[50]۔ علامہ کے نزدیک عقل اپنی اصل میں سنگ دل[51]، خود غرض[52] اور بانجھ ہے۔ عقل انسانیت کے وسیع تر مفاد کے بارے میں سوچنے سے عاجز ہے۔ عقل بڑی آسانی سے ہوس کا شکار ہو جاتی ہے۔ عقل ایسا سورج ہے جو صبح پیدا نہیں کر سکتا۔ جو اندھیروں کو دور نہیں کر سکتا[53]۔ عقل ایک تنگ ندی ہے۔ اس سے سمندر کی وسعت اور ہیرے جواہرات کی طلب رکھنا حماقت ہے[54]۔ عقل ناقابل بھروسہ ہے۔ عقل بے فیض اور گمراہ کن ہے۔ لہذا صرف عقل کے بل باتے پر کوئی انسان زندگی میں آگے نہیں بڑھ سکتا۔ عقل سانپ کی طرح بے اعتبار ہے[55]۔ موقع ملتے ہی عقل انسان کو نقصان پہنچاتی ہے۔

عقل کم ہمت اور بزدل ہے۔ اپنی کم ہمتی کی وجہ سے عقل بے کاری و سکون کو پسند کرتی ہے۔ شدید محنت و مشکلات کا سامنا کرنے سے بچتی ہے۔ مہم جوئی کو ناپسند کرتی ہے۔ ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ ہے کہ عقل اصل منزل تک پہنچنے سے پہلے راستے ہی پر راضی ہو جاتی ہے۔ اور اصل پھل اور مغز حاصل

کیے بغیر جھلکے کو سرمایہ حیات جان کر خوش ہو جاتی ہے[56]۔ عقل اور عقل کی تمام نکتہ آفرینیاں و فن کاریاں ہوس اور سفلی جذبات سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ عشق ہی وہ نسخہ کیمیاء ہے جو انسانیت کے تمام مسائل حل کر سکتا ہے۔ مگر ساتھ ہی شاعر مشرق کو اس بات کا افسوس بھی ہے کہ ان کے زمانے میں عشق کا فیض عام نہیں[57]۔

عقل آدمی کو بتوں کی بندگی پر لگاتی ہے۔ عقل انسان کو بت خانے میں لا کھڑا کرتی ہے۔ عشق ہی وہ قوت ہے جو انسان کو عقل کے بتوں سے نجات دلاتا ہے۔ عقل کے بچھائے ہوئے کانٹوں کو راہ سے ہٹاتا ہے[58]،[59]۔ عقل یہ کہتی ہے کہ وہ میر قافلہ اور قائد ہے۔ مگر اس کی طبیعت میں ڈاکہ زنی کی خواہش اور شوق پوشیدہ ہے۔شاعر مشرق عقل کو قائد و رہبر بنانے سے منع فرماتے ہیں[60]۔ وہ کہتے ہیں کہ عقل دھوکے باز ہے۔ ان کے نزدیک صرف عشق ہی راہبر و راہنما بنانے کے قابل ہے کیونکہ عشق پوری کائنات سے یکسو اور بے نیاز ہو کر اپنی ذمہ داری پوری کر تا ہے[61]۔

ے جہاں بہ چشم خرد سیمیاو نیرنگ است   بہ چشم عشق نگر تا سراغ او گیری[62]

ے شعلہ در آغوش دارد عشق بے پروائے من   بر نخیزد یک شرر راز حکمت نازائے من[63]

12. عقل کے عیوب میں ایک یہ ہے کہ عقل زمان و مکان کی قید میں اس طرح جکڑی ہوئی ہے کہ وہ ان قیود سے آزاد ہو کر نہیں سوچ سکتی[64]۔ عقل کا زمان و مکان سے یہ لزومی تعلق عقل کی پہنچ کو محدود تر کر دیتا ہے۔ چناچہ عقل لامکاں کو مکان پر قیاس کر کے ٹھوکریں کھاتی ہے۔ نیز عقل کا اعتماد صرف حواس ظاہری پر ہوتا ہے۔ حواس ظاہری کی محدود پہنچ عقل کے لیے بلند پرواز سے مانع بن جاتی ہے۔ چنانچہ عقل کے لیے روح اور روحانی چیزوں کو سمجھنا دو بھر ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف عشق زمان و مکان سے آزاد ہے۔ اسی لیے عقل جس کو ناممکن کہتی ہے عشق کے لیے وہ ممکن ہوتا ہے۔ عقل توحید کے راستے میں ڈاکے ڈالتی ہے۔ عقل اپنی آستین میں بہت سے بت چھپائے ہوئے ہے[65]۔

ے ابد را عقل ما ناساز گار است   یکے از دار و گیر او ہزار است

خرد در لامکاں طرح مکاں بست   چوں زنارے زماں را بر میاں بست[66]

13. عشق کی سب سے بڑی خوبی جو علامہ اقبال نے بیان کی ہے، وہ یہ ہے کہ عشق ان کے نزدیک پورے دین کا خلاصہ ہے[67]،[68]،[69]،[70]۔ عشق ہی تہذیب کی پائیدار اساس ہے[71]۔ عشق کا منکر کافر و زندیق اور بے

دین ہے۔ عشق خدا تک پہنچنے کا واحد راستہ ہے[72]۔ عشق ہی انسان کو تمام مخلوقات سے افضل بناتا ہے۔ عشق تمام انبیاء علیھم السلام اور اولیاء کرام کا وصف خاص ہے۔ عشق کے بغیر دین کچھ بھی نہیں[73]۔ عشق یقین تک پہنچنے کا واحد اور اکلوتا راستہ ہے۔ ایمان اور عشق میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ عشق ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے[74]۔ علامہ فرماتے ہیں کہ صاحب علم اور خوش نصیب لوگ یہ حقیقت جانتے ہیں کہ چالاکی و زیرکی شیطان کا خاصہ ہے اور انسان کی خصوصیت و فضیلت عشق کے دم سے ہے[75]۔ اقبال کے مطابق عشق کی فطرت مسلمان ہے اور عقل کی طبیعت و خمیر میں کفر، شک، بے ثباتی اور تردد ہے[76]۔ عشق ہی مسلمانوں کے عروج کا ضامن ہے[77]۔ عشق کے بغیر مسلمان کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ عشق ایمان کی سلامتی کا ضامن ہے اور اہل ایمان کی زندگی کی اساس ہے[78]۔ دو جہانوں میں کامیابی و ظفر مندی کے لیے یقین ناگزیر ہے، اور یقین کا قوی ترین اور اہم ترین مصدر عشق ہے۔ عشق زمان و مکان کی تقویم اور ان سے زیادہ پائیدار ہے[79]۔

ے صدق خلیل بھی ہے عشق، صبر حسین بھی ہے عشق معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق[80]

14. علامہ اقبال نے عشق کی اہمیت کو اس طرح بھی اجاگر کیا ہے کہ عقل پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے، ورنہ انسان کی زندگی ادھوری رہ جاتی ہے۔

"ے عقل ہے بے زمام ابھی، عشق ہے بے مقام ابھی نقش گر ازل ترا نقش ہے ناتمام ابھی[81]

ے تکیہ بر عقل جہان بین فلاطوں نہ کنم در کنارم دلکے شوخ و نظر بازے ہست[82]

ے گرچہ متاع عشق را عقل بہائے کم نہد من ندہم بہ تخت جم آہ جگر گداز را[83]"

خلاصہ تحقیق

علامہ اقبال کے نزدیک عشق کو عقل پر ترجیح حاصل ہے۔ ان کے نزدیک ایمانی شعور کو شعور کے تمام شعبوں پر برتری اور فضیلت حاصل ہے۔ علامہ کے نزدیک ایمان عشق ہی کا نام ہے۔ دیں کا خلاصہ عشق ہے۔ عشق زمان و مکان سے ماورا ہے۔ عشق ضمیر کائنات اور روح فطرت ہے۔ عشق عقل کی تربیت کر کے اسے کمال بخشتا ہے۔ علامہ کے نزدیک عشق اور وجدان بطور ذریعہ علم بھی عقل پر فوقیت رکھتے ہیں۔ عشق کے بغیر عقل بے کار اور بے

فائدہ ہے۔ عقل محض بس دنیا کو اپنی جادو گری کے ذریعے محظوظ کر سکتی ہے، مگر عشق انسانیت کے مسائل کو واقعی طور پر حل کرنے کی پوری قابلیت رکھتا ہے۔ عشق کے رنگ میں رنگ جانے کے بعد عقل یزدانی ہو جاتی ہے اور تعمیر کائنات میں اپنا حصہ ڈالنے کے قابل بنتی ہے۔ عقل اپنی اصل میں سنگ دل، بخیل اور خود غرض ہے۔ عقل نا قابل بھروسہ ہے۔ عقل کے ان تمام عیوب و نقائص کو دور کرنے کا نسخہ کیمیا صرف عشق کے پاس ہے۔ عشق انسانیت کی خدمت اور انہیں کامیابی دلوانے کے لیے پوری کائنات سے یکسو ہو کر میدان عمل میں اترتا ہے۔ عقل لامکاں اور لا زماں کا ادراک نہیں کر سکتی۔ وہ لامکاں کو مکاں پر قیاس کر کے ٹھوکریں کھاتی ہے۔ عقل مجردات محضہ کو اجسام پر قیاس کر کے گمراہیاں بناتی ہے۔ جبکہ عشق خود بھی زمان و مکان سے ماوراہے اور وہ خدا تعالی کی شان کا زیادہ واقف ہے۔ عشق لازمان اور لامکان تک رسائی رکھتا ہے اور اسی وجہ سے اس کی فہم عقل سے بڑھی ہوئی ہے۔ عقل جہاں تھک کر گر جاتی ہے عشق وہاں سے اپنی پرواز کی ابتدا کرتا ہے۔ چنانچہ عقل کے ناممکنات عشق کے لیے ممکنات میں شمار ہوتے ہیں۔ عقل تردد اور شک سے نجات نہیں حاصل کر سکتی۔ یقین کی حقیقت تک عشق ہی کے دم سے پہنچا جا سکتا ہے۔

نتائج وسفارشات

اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ عشق علامہ اقبال کے نزدیک عقل کا مربی اور مرشد ہے۔ عشق ہر مرض کی دواہے۔ موجودہ دور میں عقل کے پیدا کردہ نت نئے فتنوں کا مقابلہ صرف عشق کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ مغربی فلسفے کی نظریاتی گمراہیاں ہوں یا یورپی اقوام کی اخلاقی پستی، ہر ایک کا علاج عشق کے ذریعے ممکن ہے۔ خودی اور یقین انسان کے کردار کے لیے دو پروں کی طرح ہیں جن کے ذریعے انسان رفعت و عظمت کی بلندیوں پر پہنچتا ہے۔ علامہ اقبال کے نزدیک ان دونوں پروں میں قوت پرواز عشق ہی کے دم سے ہے۔ عشق روح کائنات ہے اور زمان و مکان سے ماوراہے۔ علامہ کے نزدیک قوت عشق سے ہر پست کو بالا کیا جا سکتا ہے، اور ہر ناممکن کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔ عشق پل دو پل میں قوموں کی تقدیر بدل سکتا ہے۔

شعر ہمیشہ کئی وجوہ و معانی کا متحمل ہوتا ہے۔ ایک ہی شعر کی متعدد تشریحات کی جاسکتی ہیں۔ شعر کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس میں ابہام رکھا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والا شاعر کے وسیع تخیل کی کہکشاں میں مطالب و معانی کے نت نئے ستارے ڈھونڈ سکے۔ علامہ اقبال نے ان دونوں امور کی خود بھی تصریح کی ہے۔ شورش کاشمیری فیضان اقبال میں اقبال کا یہ جملہ ذکر کرتے ہیں کہ میں اپنے اشعار کی خود تشریح کر کے ان کے معانی و مفاہیم کو محدود و مقید نہیں کرنا

چاہتا۔ میرا کام شعر لکھنا تھا۔ میں لکھ چکا۔ اب سمجھنا آپ کا کام ہے۔ اسی طرح علامہ نے اپنی کتاب منتشر خیالات میں یہ لکھا ہے کہ میرے نزدیک شعر کی خوبی یہ ہے کہ اس میں ابہام ہو۔ چنانچہ مقالہ نگار نے اشعار کی جو تشریح کی ہے اور جو نتیجہ نکالا ہے، وہ حتمی نہیں۔ اس مقالے کی غرض یہ ہے کہ شائقین اقبال کلام اقبال پر اس جہت سے غور کریں ۔ مقالہ نگار کی رائے کے مطابق اس جہت میں غور و فکر اور تحقیق کرنے سے فکر اقبال کے بہت سے نئے گوشے واضح ہوں گے، اور عقلیت پرستی کو پرکھنے کی نئی راہیں کھلیں گی۔

حوالہ جات

[1] علامہ اقبال، بال جبریل (کلیات اقبال)، علم و عرفان پبلشرز لاہور، ط2005م، ص376

[2] علامہ اقبال، ضرب کلیم (کلیات اقبال) علم و عرفان پبلشرز لاہور، ط2005م، ص535

[3] علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، اقبال اکادمی پاکستان، ط2019م، ص440

[4] علامہ اقبال، جاوید نامہ (کلیات اقبال فارسی)، اقبال اکادمی پاکستان، ط2019م، ص943

[5] علامہ اقبال، جاوید نامہ (کلیات اقبال فارسی)، ص۹۴۵

[6] علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص388

[7] علامہ اقبال، جاوید نامہ (کلیات اقبال فارسی)، ص945

[8] علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، اقبال اکادمی پاکستان، ط2019م، ص272

[9] علامہ اقبال، بال جبریل (کلیات اقبال)، علم و عرفان پبلشرز لاہور، ط2005م، ص370

[10] علامہ اقبال، رموز بے خودی (کلیات اقبال فارسی)، اقبال اکادمی پاکستان، ط2019م، ص139

[11] علامہ اقبال، ارمغان حجاز (کلیات اقبال فارسی)، اقبال اکادمی پاکستان، ط2019م، ص1334

[12] علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص475

[13] علامہ اقبال، بال جبریل (کلیات اقبال)، ص460

[14] علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص447

[15] علامہ اقبال، ارمغان حجاز (کلیات اقبال اردو)، علم و عرفان پبلشرز لاہور، ط2005م، ص679

[16] علامہ اقبال، زبور عجم (کلیات اقبال فارسی)، اقبال اکادمی پاکستان، ط2019م، ص537

[17] علامہ اقبال، ارمغان حجاز (کلیات اقبال فارسی)، ص1165

[18] علامہ اقبال، ضرب کلیم (کلیات اقبال)، علم و عرفان پبلشرز لاہور، ط2005م، ص575

[19] علامہ اقبال، جاوید نامہ (کلیات اقبال فارسی)، ص819

[20]علامہ اقبال، جاوید نامہ، ص785

[21]علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص410

[22]علامہ اقبال، اسرار خودی (کلیات اقبال فارسی)، ص92

[23]علامہ اقبال، جاوید نامہ (کلیات اقبال فارسی)، ص786

[24]علامہ اقبال، اسرار خودی (کلیات اقبال فارسی)، ص33

[25]علامہ اقبال، بانگ درا (کلیات اقبال)، ص58

[26]علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص386

[27]علامہ اقبال، بال جبریل (کلیات اقبال)، ص387

[28]علامہ اقبال، بانگ درا (کلیات اقبال)، ص156

[29]علامہ اقبال، رموز بے خودی (کلیات اقبال فارسی)، ص153

[30]علامہ اقبال، رموز بے خودی (کلیات اقبال فارسی)، ص117

[31]علامہ اقبال، بال جبریل (کلیات اقبال)، ص387

[32]علامہ اقبال، ارمغان حجاز (کلیات اقبال اردو)، ص685

[33]علامہ اقبال، بال جبریل (کلیات اقبال)، ص359

[34]علامہ اقبال، بانگ درا (کلیات اقبال)، ص279

[35]علامہ اقبال، اسرار خودی (کلیات اقبال فارسی)، ص24

[36]علامہ اقبال، بال جبریل (کلیات اقبال)، ص319

[37]علامہ اقبال، اسرار خودی (کلیات اقبال فارسی)، ص92

[38]علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص479

[39]علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی) ص304

[40]علامہ اقبال، جاوید نامہ (کلیات اقبال فارسی)، ص851

[41]علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص388

[42]علامہ اقبال، رموز بے خودی (کلیات اقبال فارسی)، ص117

[43]علامہ اقبال، جاوید نامہ (کلیات اقبال فارسی)، ص772

[44]ابو الحسن علی ندوی، نقوش اقبال، مجلس نشریات اسلام کراچی، طس ندارد، ص100

[45]علامہ اقبال، جاوید نامہ، ص851

[46]علامہ اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد (کلیات اقبال فارسی)، اقبال اکادمی پاکستان، ط2019م، ص1074

[47]علامہ اقبال، زبور عجم (کلیات اقبال فارسی)، ص762

[48]علامہ اقبال، زبور عجم (کلیات اقبال فارسی)، ص642

[49]علامہ اقبال، بال جبریل (کلیات اقبال)، ص404

[50]مولانا مشتاق احمد، اقبالیات شورش، احرار فاونڈیشن پاکستان، ط2003م، ص87,88

[51]علامہ اقبال، بانگ درا، ص227

[52]علامہ اقبال، جاوید نامہ، ص846

[53]علامہ اقبال، زبور عجم، ص581

[54]علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص435

[55]علامہ اقبال، زبور عجم، ص628

[56]علامہ اقبال، زبور عجم، ص714

[57]علامہ اقبال، بال جبریل، ص401

[58]علامہ اقبال، ارمغان حجاز (کلیات اقبال)، ص664

[59]علامہ اقبال، پیام مشرق، ص264

[60]علامہ اقبال، ضرب کلیم، ص500

[61]علامہ اقبال، پیام مشرق، ص426

[62]علامہ اقبال، پیام مشرق، ص410

[63]علامہ اقبال، پیام مشرق، ص452

[64]علامہ اقبال، ضرب کلیم، ص477

[65]علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص465

[66]علامہ اقبال، زبور عجم، ص714

[67]علامہ اقبال، زبور عجم، ص658

[68]علامہ اقبال، بال جبریل، ص327

[69]علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص386

[70]علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص406

[71]علامہ اقبال، جاوید نامہ، ص897

[72] علامہ اقبال، پیام مشرق، ص240

[73] علامہ اقبال، جاوید نامہ، ص898

[74] علامہ اقبال، رموز بے خودی، ص139

[75] علامہ اقبال، پیام مشرق، ص247

[76] علامہ اقبال، زبور عجم، ص606

[77] علامہ اقبال، اسرار خودی، ص84

[78] علامہ اقبال، مثنوی مسافر (کلیات اقبال فارسی)، اقبال اکادمی پاکستان، ط2019م، ص1108

[79] علامہ اقبال، ضرب کلیم، ص483

[80] علامہ اقبال، بال جبریل، ص404

[81] علامہ اقبال، پیام مشرق (کلیات اقبال فارسی)، ص401

[82] علامہ اقبال، زبور عجم، ص519

[83] علامہ اقبال، پیام مشرق، ص407